OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 7, Issue 4 (October-December 2024)

تدوینِ حدیث اور اس سے متعلق منکرینِ حدیث کے نظریات: تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Compilation of *Hadīth* and Views of *Hadīth* Deniers: An Investigative and Analytical Study

Ali Imran
Doctoral Candidate, Dept. Of Islamic studies, University of Okara
Dr. Anwarullah (Corresponding Author)
Lecturer, Dept. Of Islamic studies, University of Okara

Abstract

The entire crux of Islam and the complete treasure of Shariah rest upon the life of the Messenger of Allah (PBUH). His sayings, actions, morals and habits are not hidden from anyone, and they serve as the source of guidance for all Muslims. The Companions of the Prophet (PBUH) preserved every single word of the Prophet's (PBUH) life, in such a way that no aspect remained hidden – whether in private or public, during travel or residence, from personal affairs to global political matters. They used to mention the hadiths of the Prophet (PBUH) and preserved them from their chests to the scriptures. After them, the successors of them continued this process, until after the second century Hijri, the formal compilations of hadiths began. The books of hadiths were compiled systematically providing the comprehensive portrait of the Prophet's life and complete picture of Islam.

Therefore, the denial of the hadith based on the compilation of the hadith, when evaluated with fairness and rigor of the researchers, will emerge as completely baseless and meaningless. Because following the

CC BY

hadith and obeying the Prophet BUH are two essentially same things, which is repeatedly mentioned in the Holy Quran. In this article we have critically examined the concept"Denial of hadith due to its compilation".

Keywords: Denial of Hadith, Compilation of Hadith, Legal position of Hadith, Importance of Hadith.

تمہید

حدیثِ رسول ﷺ اسلامی شریعت کا ایک بنیادی ماخذ ہے، جو قرآنِ مجید کے بعد دین کی تفہیم و تفسیر میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم، تاریخِ اسلام میں بعض فِرق اور مفکرین نے مختلف وجوہات کی بنا پر حدیث کے قبول یا رد کا نظریہ اپنایا، جن میں ایک نمایاں وجہ حدیث کی تدوین کا تاریخی پسِ منظر ہے۔ بعض منکرینِ حدیث کا مؤقف ہے کہ چونکہ حدیث کی تدوین نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مکمل طور پر نہیں ہوئی تھی اور بعد کے ادوار میں اسے قلم بند کیا گیا، اس لیے اس کی حجیت پر سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ نقطہ نظر تاریخی و علمی تحقیق کا متقاضی ہے تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ حدیث کی تدوین کا عمل کس طرح انجام پایا، اس پر اٹھائے گئے اعتراضات کی حقیقت کیا ہے، اور آیا یہ حدیث کے استناد اور اس کی شرعی حیثیت کو متاثر کر سکتا ہے یا نہیں۔ انکارِ حدیث بسبب تدوینِ حدیث پر کچھ معروف اشخاص کی تحریریں پیش کی جاتی ہیں، جس سے یہ اندازہ ہو پائے گا، کہ منکرینِ حدیث کے ہاں انکارِ حدیث کی سب سے بنیادی وجہ تدوین ہی ہے۔**ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب تدوینِ حدیث پر لکھتے ہیں:**

"حیرت ہے کہ جس ہستی نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا (مسلم) اور جس کے جلیل القدر جانشین آپ کے ارشاد کی تعمیل میں نہ صرف اپنے مجموعے بلکہ ہر صحابی کے مجموعے ڈھونڈ ڈھونڈ کر فنا کرتے رہے اسی ہستی نے عبد اللہ بن عمرو کو کتابت کی اجازت کیسے دے دی تھی؟۔"[1]

مغربی مستشرقین کے نزدیک گولڈ زیہر کو حدیث کے علوم سے متعلق سند اور پیشوا کا مقام حاصل ہے گولڈ زیہر حدیث سے متعلق اپنا نقطہ نظر لکھتے ہوئے کہتا ہے۔

"اپنے ذاتی مسائل یا مفادات کی خاطر احادیث گھڑنے کا عمل پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ ہی سے شروع ہو گیا تھا اس کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے بالعموم اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنھم نے بالخصوص احادیث خود سے گھڑ لی، گولڈ زیہر کے خیال میں جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کی سرکاری سرپرستی میں حدیثیں گھڑنے کا رواج عام ہو گیا، جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ممبر پر بُرا بھَلا کہتے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح کرتے، بقول زیہر بنو امیہ کے دور میں موضوع روایات کا عمل اور تیزی سے بڑھا جب ان ظالم حکمرانوں کے خلاف علماء نے حدیثیں گھڑیں، جن میں ان کے خلاف خروج اور جہاد میں ترغیب دی گئی تھی اور مزید گولڈ زیہر کہتا

ہے، وہ حکمران بھی بھولے بھالے نہ تھے، ان حکمرانوں نے خروج کے خلاف یعنی ردِ جہاد پر احادیث گھڑیں، لہذا یہ سیاسی عمل احادیث گھڑنے کا سبب بنا۔"[2]

جوزف شاخت وضعِ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے بطور ثبوت لکھتا ہے کہ:

"محدثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر، یہ سند اس قدر اعلی ہے کہ اس کو گولڈن چین کہتے ہیں جبکہ نافع مولا ابن عمر کا سن وفات 117 ہجری ہے اور امام مالک کا سن وفات 179 ہجری ہے تو اس کا مطلب نافع مولی ابن عمر کے وصال کے وقت امام مالک بہت چھوٹے لڑکے تھے تو ان سے احادیث کیسے روایت کر سکتے ہیں، اور موطاء میں جو روایات نافع سے روایت کی گئی ہیں وہ درست کیسے ہو سکتی ہیں۔؟"[3]

غلام احمد پرویز صاحب تدوینِ حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"احادیث کی وہ کتابیں جنھیں مستند سمجھا جاتا ہے (یعنی صحیحین) حضورؐ کے قریب دوڈھائی سو برس کے بعد مدوّن ہوئیں (صحاح ستّہ میں سے اولین کتاب بھی ڈیڑھ سو برس بعد مدوّن ہوئی)۔ ان کا ذریعہِ تدوین وہ روایات تھیں جو اس وقت لوگوں میں عام طور پر مشہور تھیں"۔[4]

انہوں نے اپنے طور پر ہی مستند کتبِ حدیث میں صحیحین اور ان کے بعد صحاحِ ستہ کا ذکر کر دیا ہے۔ حالانکہ ان کے علاوہ دیگر کتب بھی معتبر ہیں۔ معتبر ہونے کے مراتب میں ان چھ کتب کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ دیگر کتب غیر معتبر ہو گئی ہیں۔ اس طرح کی سینکڑوں باتیں ایسی ہیں کہ جو بالکل بے بنیاد ہیں لیکن ان کے ہاں معروف ہیں اور انہوں نے ان باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے افکار و نظریات کو قائم کیا ہے۔ مذکورہ چار اعتراضات سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ منکرینِ حدیث کے ہاں انکارِ حدیث کا بڑا سبب تدوینِ حدیث ہے۔

انکارِ حدیث اور تدوینِ حدیث

منکرینِ حدیث کے ہاں کئی عقلی و قیاسی اور معقول و غیر معقول سوالات انکارِ حدیث کے سبب پائے جاتے ہیں۔ ان سوالات میں ایک بنیادی سوال تدوینِ حدیث کا زمانی تعین بھی ہے۔

تدوین کا معنی و مفہوم

یہ اصطلاح بھی دیگر کئی اصطلاحات کی طرح عربی اور اردو، دونوں زبانوں میں ایک جیسی استعمال ہوتی ہے۔ اس کے معنی "جمع کرنا، مرتب کرنا، منتشر اجزاء کو اکٹھا کرنا اور تالیف و ترتیب کے ہیں۔"

منکرینِ حدیث کا تدوینِ حدیث کے سبب انکارِ حدیث

اس امت کے اجل علماء نے علمِ حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی۔ بارہا صرف ایک حدیث کی تحصیل کیلئے سینکڑوں کلومیٹر سفر کیا۔ ان کے حصولِ حدیث میں کوئی مجبوری، مشکل رکاوٹ نہ بن سکی، محدثین نے احادیث کو اپنے سینوں پھر نوشتوں میں محفوظ کیا ناقلین حدیث کو اور ان کی روایات کو پرکھنے کے لیے اسماء الرجال کا علم وضع کیا، اور اس جہاں میں حیرت انگیز کارنامے سر انجام دیئے۔ ان کارناموں کی قدر بھی وہ جانیں جن کو یہ علم ہو، کہ دین میں حدیث کی اہمیت کیا ہے؟ اگر! امت مسلمہ کے پاس ذخیرہ حدیث نہ ہوتا تو دین کی شکل بھی درست انداز میں ہمارے پاس نہ ہوتی۔ علم حدیث کی اہمیت و ضرورت اور تدوین و تاریخ سے پہلے اس کے لغوی و اصطلاحی معانی ذکر کیے جاتے ہیں۔

حدیث کا لغوی معنی

"الجدید" بمعنی خبر، بات، کلام، گفتگو، روایت، کہانی وغیرہ۔[5]

لفظ حدیث کا معنی "نیا اور کلام" ہے

اسی معنی میں لفظ حدیث قرآن میں بھی موجود ہے۔"**فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ**"[6]"پس اس کلام کی مثل لاؤ اگر تم سچے ہو،، اس آیت مبارکہ میں لفظ "حدیث" لغوی معنی، بات یعنی کلام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔"**وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا** "[7]"اور گفتگو میں اللہ تعالیٰ سے سچا کون ہو سکتا ہے؟" یہاں بھی لفظ "حدیث" اپنے لغوی معنی یعنی بات چیت میں استعمال ہوا ہے۔

لفظ حدیث کا اصطلاحی معنی:

1۔"ہر وہ قول، فعل اور تقریر جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو، حدیث کہلاتی ہے۔"8

2۔"ہر وہ قول، فعل، تقریر اور صفت، جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو حدیث ہے۔"9

3۔رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا وہ اقوال، جو کر کے دیکھا یا وہ افعال اور جو آپ ﷺ کے سامنے ہوا، اور آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، منع کیا نہ تصدیق فرمائی یعنی اس پر خاموشی کو تقریر کہا جاتا ہے، اور صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے جو اوصاف بیان کیے وہ صفات ہیں یہ حدیث کے اصطلاحی مفہوم میں شامل ہیں۔

4۔لفظ خبر، سند، سنت، روایت، اثر اور حدیث یہ تمام الفاظ اصطلاحِ محدثین میں مترادفات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

ضرورتِ حدیث

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمان کی معیشت و معاشرت کے اصول ذکر کیے ہیں لیکن، ان کی تعبیر و تفسیر بغیر احادیث کے ممکن نہیں، احکام کی عملی شکل بیان کرنے کے لیے اسوہ رسول ﷺ کی ضرورت ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے احکام اجمالاً ذکر فرمائے ہیں، جبکہ احادیث اس اجمال کی تفسیر مہیا کرتیں ہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، تیمم، حج اور عمرہ صرف اور صرف الفاظ ہیں اور لغت ہمیں وہ معانی نہیں بتاتی جو شریعت میں ان الفاظ سے مطلوب ہیں، پس معلوم ہوا کہ اگر ذخیرہ احادیث موجود نہ ہوتا، تو مطالبِ قرآن کے شرعی معانی متعین کرنے کا کوئی ذریعہ ہی ہمارے پاس نہ رہتا۔ اور قرآن کے اجمالی احکام پر عمل بھی ، تقریباً ناممکن ہو جاتا۔ آج قرآنی احکام پر عمل ہوتا ہے تو یہ بھی حدیث رسول کی بدولت ہے۔

حجیتِ حدیث

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کی پیروی کا حکم فرمایا ہے۔"**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ**"[10]"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو" "**قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ** "[11]"آپ ﷺ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ خود تم سے محبت کرے گا۔"" **قَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ**"[12]"بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

ان آیات بینات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے احکام کی کی پیروی اور افعال کی متابعت رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لیے واجب ہے، بنیادی بات تو یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کے لیے رسول ﷺ کے احکام کا علم کس ذریعے سے ہو گا؟۔ جب

حضور ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے سامنے ہو گی۔ تب ہی تو اتباع ممکن ہے اور پھر ہی حضور ﷺ کے اسوہ میں ہم اپنی زندگیاں ڈھال سکیں گے، اور حضور ﷺ کہ اسوہ مبارکہ پر اطلاع کا واحد ذریعہ احادیث مبارکہ ہیں۔ جیسے صحابہ کرام کے لیے یہ نفس نفیس حضور ﷺ کی ذات عطاء ہدایت تھی بعینہ بعد کے لوگوں کے لیے بھی آپ ﷺ کی احادیث ہدایت ہیں، اگر ذخیرہ احادیث کو معتبر ماخذ نہ مانا جائے تو اللہ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال کی اطاعت اور اقوال کی اتباع جو منشاء الٰہی ہے۔ اس سے ہم محروم ہوں جائیں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ قرآن پاک کی دی ہوئی ہدایت سے بھی مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے کیونکہ اللہ نے کلام الٰہی نازل فرمایا اور اس کے معنی و مطالب کی تعبیر و تشریح نبی کریم ﷺ کے سپرد کر دی اور فرمایا۔ " **وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ**"[13] "ہم نے آپ ﷺ پر ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو بیان فرمائیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں"۔ اس آیت مبارکہ میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو احکام بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یقینا آپ نے وہ بیان بھی فرمائے ہیں تو ظاہر ہے وہ سب احادیث ہیں گویا اس لحاظ سے اس آیت مذکور میں حدیث کی اطاعت و تسلیم کا حکم خود اللہ نے دیا ہے جس پر ایمان و عمل دونوں ضروری ہیں۔ " **وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ**"[14] "اور رسول مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں"۔

اب ظاہر ہے کتاب و حکمت کو سیکھانے کے لیے آپ ﷺ نے جو کر کے دکھایا، یا حکم دیا وہ سب احادیث ہیں تو جس طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھایا حالانکہ وہ انتہائی قرب میں تھے جب ان صحابہ کو کتاب و حکمت سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کی ضرورت تھی بعینہ ہمیں بدرجہ اولیٰ زیادہ محتاجی ہے اور یہ محتاجی احادیث مبارکہ ہی دور کر سکتی ہیں۔ لہذا احادیث مبارکہ کے حجت ہوئے پر قرآنی آیات دال ہیں۔

علامہ مفتی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں

> " آپ ہی سوچئے اگر رسول اللہ ﷺ نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہو تا کہ صلوۃ سے قیام، رکوع اور سجود کی ہیئت مخصوصہ مراد ہے۔ مؤذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیوں کر معلوم ہوتی، اور اسی طرح حج و عمرہ کا بیان، احرام کہاں سے اور کسی دن باندھنا ہے وقوف عرفہ، طواف زیارت، طواف وداع اور ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین قرآن میں نہیں ملتی حد یہ کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن کیا جائے زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے زکوٰۃ و عشر کی تفصیل کا ذکر قرآن میں موجود نہیں پھر ان شرعی ہئیت کذائی جس میں فرائض و واجبات اور آداب تمیز ہوں، قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔ قرآن کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل و تعیین صرف رسول اللہ ﷺ کے بیان سے ملتی ہے یہی بیان احادیث نبوی سے حاصل ہو گا بے شک جو شخص ان احادیث کو معتبر نہیں مانتا اس کے پاس قران کریم کے مجمل اور مبہم کی تفسیر، احکام کی تفصیل اور تعین جاننے کے لیے کوئی نہ ہو گا"۔15

آپ ﷺ نے جس طرح قرانی احکام کے مطالب ذکر فرمائے ہیں اسی طرح آپ احکام کے شارع بھی ہیں یعنی آپ ﷺ نے ان احکام کو نافذ فرمایا اور وہ امت کے لیے واجب الاعتباع قرار پائے۔ قران پاک نے آپ ﷺ نے اس حیثیت کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ "**وَ یُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ** "[16] "اور رسول اللہ ﷺ ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال

کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام فرماتے ہیں" رسولِ کریم ﷺ نے جن اشیاء کو حلال یا حرام قرار دیا ان کا ذکر قران پاک میں موجود نہیں ان کا ذکر فقط احادیث مبارکہ میں موجود ہے آپ ﷺ نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام فرمایا حشرات الارض کو حرام فرمایا اور ان تمام اشیاء کے حرام ہونے کا علم ہمیں فقط حدیث سے ملتا ہے اگر احادیث نبویہ کو حجت نہ جانا جائے تو حلت و حرمت کے اکثر احکام کے لیے شریعت مقفل نہیں ہو گی۔ قران پاک کا نفس مضمون بھی حدیث سے سمجھ آتا ہے اس لیے کہ بعض اوقات قرآن کا نزول کسی خاص پس منظر میں ہوا ہوتا ہے یا کسی خاص سوال کے جواب میں نزول ہوتا ہے کبھی مشرکین یا منافقین کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے۔ کبھی عہد رسالت مآب ﷺ کے کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا تائید کے لیے کسی آیت کا نزول ہوتا ہے لہذا جب تک ایسی آیات کے سبب نزول کا علم نہ ہو گا تب تک قرآن پاک کی درست تفہیم ممکن نہیں ہو سکتی۔ اگر فہم قرآن کے لیے احادیث رسول ﷺ کو معتبر سبب نہ جانا جائے تو قرآن کی بعض آیات ایک معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

تدوینِ حدیث

منکرینِ حدیث کے پاس انکارِ حدیث کا عذر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے تقریبا اڑھائی سو سال بعد احادیث ضبطِ تحریر میں لائی گئیں، اس لیے یہ ذخیر کتبِ احادیث قابل اعتبار نہ رہیں، جبکہ ان کا یہ قول مبنی بر مغالطہ ہے۔ اس لیے کہ عہد رسالتِ مآب ﷺ سے لے کر اتباعِ تبع تابعین تک حفاظت و کتابتِ حدیث تسلسل سے جاری رہا اور اڑھائی سو سال کے طویل عرصہ میں کبھی بھی انقطاع واقع نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں کثیر تعداد صحابہ نے فرامین مبارکہ کو ضبط قلم کرنا شروع کر دیا تھا جیسے کہ امام بخاری اپنی کتاب الجامع صحیح میں روایت کرتے ہیں، کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو یمن کے ایک شخص (ابو شاہ) نے آ کر عرض کی یارسول اللہ میرے لیے یہ خطبہ لکھ دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ "**اکتبوا لابی شاہ**"[17] "اس شخص (ابو شاہ) کے لیے یہ خطبہ لکھ دو" حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص بھی احادیث لکھا کرتے تھے۔ امام ابو داود روایت فرماتے ہیں۔ "حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں یاد کرنے کی غرض سے رسول ﷺ سے جو کچھ سنتا تو لکھ لیتا تھا بعض لوگوں نے مجھے منع کیا کہ تم رسول ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ بھی ایک بشر ہیں آپ ﷺ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا جب رسول ﷺ سے میں نے یہ واقعہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اشارہ اپنے مبارک منہ کی طرف فرمایا اور کہا لکھا کرو! قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کچھ نکلتا ہی نہیں"[18]

حضرت ابو ہریرہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی احادیث لکھنے کا ذکر یوں فرمایا ہے کہ: "صحابہ کرام میں مجھ سے زیادہ احادیثِ رسول ﷺ کسی کے پاس محفوظ نہ تھیں سوائے حضرت عبد اللہ کے کیوں کہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا"[19] امام بخاری اور امام ابو داؤد کی ان مرویات سے واضح ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام احادیث ضبط تحریر میں لاتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ کا تو نبی کریم ﷺ کی توجہِ خاص سے حافظہ بھی بلا کا تیز ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ احادیث تحریر نہیں کرتے تھے تاہم ان کے پاس بھی رسول ﷺ کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں محفوظ تھیں۔ حضرت عمرو بن امیہ بیان فرماتے ہیں کہ: حضرت ابو ہریرہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی، تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے۔ اور ہمیں احادیث کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کے پاس ان کی

تمام مرویات لکھی ہوئی کتابی شکل میں محفوظ تھی حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ابتداعہد رسالت مآب ﷺ میں احادیث نہیں لکھتے تھے لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث کو لکھ لیا۔ یا اسی زمانہ میں انہوں نے کسی اور سے لکھوالیا ہو گا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت ابوہریرہ کے بارے میں تو واضح ہو چکا کہ وہ لوگ عہدِ رسالتِ مآب ﷺ میں احادیث لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ اب ایک اور حوالہ پیش کیا جاتا ہے کہ جس سے یہ بات اور زیادہ اچھے سے واضح ہو جائے گی۔ کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں عموماً صحابہ کرام احادیث لکھ کر محفوظ کر لیتے تھے۔" حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں میں دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اور میں عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے حالانکہ وہ جانتا ہو، وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا کہ رسول ﷺ نے حدیث کے معاملہ میں اتنی شدید وعید فرمائی ہے۔ اور تم لوگ بکثرت حدیث بیان کرتے ہو۔ یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے اے بھتیجے جو کچھ ہم بیان کرتے ہیں وہ ہمارے پاس لکھا ہوا موجود ہے"۔20

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی احادیث کو لکھنے اور قلم بند کرنے کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اور صحابہ کرام کے ہاں بھی حضور ﷺ کے اقوال وافعال لکھ کر محفوظ کرنے کا طریقہ موجود تھا۔ اور جہاں بعض احادیث میں حدیث کو لکھنے کی جو ممانعت وارد ہے وہ مخصوص حالات کے ساتھ خاص ہے۔ آپ ﷺ نے جہاں محسوس فرمایا قرآن کے ساتھ حدیث کا اشتباہ نہ ہو وہاں لکھنے سے منع فرمایا۔

1. قرآن کی طرح حدیث بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے محفوظ کی۔
2. جن ذرائع سے قرآن کو محفوظ کیا گیا بالکل انہی ذرائع سے حدیث کو بھی محفوظ کیا گیا۔
3. قرآن کو زبانی یاد کیا گیا تو بالکل اسی طرح احادیث کو بھی یاد کیا جاتا جس کی شاہد صحابہ کی زندگیاں ہیں۔
4. قرآن لفظاً محفوظ کیا گیا جبکہ احادیث کو معناً اور عملاً محفوظ کیا گیا، اس لیے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے کچھ سنا، یا دیکھا ہو اور پھر اس پر عمل نا کیا ہو، ورنہ اتباع رسول چہ معنی وارد۔
5. آپ ﷺ کے وصال کے بعد دور صحابہ میں تو تابعین نے باقاعدہ احادیث لکھ کر محفوظ کرنا شروع کر دی تھی۔
6. منکرینِ خود تو احکام کی وضاحت کرنا، توضیح و تشریح کرنا پسند بھی کرتے ہیں بلکہ اس بات کے داعی ہیں لیکن ذات پر احکام نازل ہوتے تھے اس کی وضاحت ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔
7. منکرینِ حدیث دینی احکام حدیث سے لینے کی بجائے معاشرہ سے سیکھنے کا مشورہ دیتے ہیں، لیکن جس ذات نے آلودہ و فرسودہ معاشرہ اور نجس معاشرہ کو پاکیزہ بنادیا اس ذات سے لینے کو منع کرتے ہیں۔
8. معاشرہ سے دینی احکام سیکھنا منکرینِ کر نزدیک جائز ہے جبکہ معاشرہ میں ہزاروں بدعات و خرافات موجود ہیں۔
9. معاشرہ میں جو نماز کا انداز موجود ہے اس کی تمام جزئیات احادیث سے ثابت ہیں، اور جب کسی کی نماز میں غلطی واقع ہوتی ہے تو اس کی اصلاح معاشرہ نہیں کر سکتا اس لیے کہ معاشرہ کی اکثریت تو پہلے ہی نماز کے مسائل سے ناواقف ہے، بلکہ اس کی اصلاح حدیث کا علم رکھنے والا ہی کر سکتا ہے، تو اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اصلاح حدیث کے ذریعے ہوئی نا کے معاشرہ سے۔

10. اگر اُمت حدیث سے رُخ موڑے گی تو تقریبا تقریبا احکام سے متعلق جتنی آیاتِ قرآنیہ ہیں، ان تمام آیات سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے، لہٰذا قرآن پر عمل حدیث کو الگ کر کے ممکن ہی نہیں ہے۔

صحابہ کرام اور ان کی مرویات کی تعداد

صحابہ کرام کی مرویات کی تعداد اور ان کے شاگردوں کے احادیث لکھ کر محفوظ کرنے کی ترتیب کچھ یوں ہے۔ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) احادیث مروی ہیں۔ اور آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد منقول ہے جیسے مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگرد بشیر بن نہیک نے آپ سے منقول روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا حضرت عبداللہ بن عباس سے دو ہزار چھ سو ساٹھ (2660) احادیث مروی ہیں۔ آپ کے شاگردوں کے علاوہ کریب نے بھی ان روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت انس سے دو ہزار دو سو چھیاسی (2286) روایت منقول ہیں۔ ان کو ربان نے لکھ کر محفوظ کر لیا حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث کی راویہ ہیں۔ ان کو عروہ بن زبیر نے لکھ لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک ہزار چھ سو تیس (1630) روایات مروی ہیں۔ ان کو حضرت نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ ایک ہزار پانچ سو چالیس (1540) احادیث کے راوی ہیں۔ ان کی روایات کو قتادہ بن دعامہ سروسی نے لکھا تھا"۔[21] یہاں چند مثالیں پیش کی گئیں ہیں ورنہ صحابہ کرام سے سماع اور روایت کرنے والے حضرات احادیث کو قلم بند کر لیتے تھے تدوین حدیث پہلی صدی کے اخیر تک یوں ہی متفرق طور پر چلتا رہا احادیث کے مجموعے کسی خاص جہت سے نہ تھے اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانۂ خلافت آیا تو انہوں نے پہلی بار باضابطہ مستند اور معتبر علماء کی کمیٹی بنائی احادیث کو جمع کرنے کے لیے، جن میں ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، قاسم بن محمد بن ابو بکر، محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری شامل تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کے لکھے ہوئے مجموعے جمع کیے اور ابن شہاب زہری نے ان کو منظم کر کے ترتیب دی اور حدیث کو سند کے ساتھ ذکر کرنے کی ابتدا بھی ابن شہاب زہری نے کی، اس لیے ان کو علم الاسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔ آپ کے شاگرد برابر اس کام کو آگے بڑھاتے رہے اور دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک عظیم المرتبت شاگرد مالک بن انس اصبحی نے ابواب کی ترتیب سے ایک کتاب ترتیب دے کر دنیا حدیث کی پہلی باقاعدہ کتاب مؤطا کے نام سے پیش کی۔

مؤطا امام مالک کے علاوہ امام اعظم نے اپنا حدیث کا مجموعہ کتاب الآثار کے نام سے پیش کیا جو ان کے قابل قدر شاگرد آگے پڑھاتے رہے۔ ان کے علاوہ دوسری صدی ہجری کے بزرگ مصنفین نے فن حدیث کے شاہکار پیش کیے۔ ان میں سے بعض کی کتابوں کا ذکر شامل کیا جاتا ہے تاکہ ایک باقاعدہ زمانی ترتیب قائم رہے اور تدوین حدیث بلا تعطل واضح ہو سکے۔ سنن ابو الولید 151ھ، جامع سفیان ثوری، 161ھ، مصنف ابی سلمہ 167ھ، مصنف ابی سفیان 197ھ، جامع سفیان بن عیینہ 198ھ۔

اور تیسری صدی ہجری میں جن بزرگوں میں کتب احادیث مدون فرمائی ان میں سے بعض کا ذکر یوں ہے۔ کتاب الام الشافعی 204ھ، مسند احمد بن حنبل 241ھ، الجامع الصحیح البخاری 252ھ، الجامع الصحیح المسلم 261ھ، السنن ابی داؤد 275ھ، السنن ترمذی 279ھ، السنن ابن ماجہ 273ھ۔

خلاصۂ بحث

انتہائی معتبر اور مستحکم و مربوط انداز میں عہدِ رسالتِ مآب ﷺ سے لیکر مصنفین صحاح ستہ تک تدوین کا ایک جائزہ پیش کر دیا گیا ہے۔ جس سے ہر صاحب شعور بخوبی اس بات سے آشنا ہو جاتا ہے۔ کہ عہدِ رسالتِ مآب ﷺ سے مسلسل اور بلا تعطل ہر دور میں حفاظت و تدوینِ حدیث کا کام برابر ہو تا رہا ہے۔ اور سینوں سے صحیفوں میں بزرگ قلم بند بھی کرتے رہے ہیں۔ نیز ہر دور کے تقاضوں کے مطابق تصنیف و تالیف کا عمل جاری رہا یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری کے بزرگ مصنفینِ صحاح ستہ نے پہلے بزرگوں کی خوبیوں کو نئے قابل قدر اضافوں کے ساتھ ضم کر کے ایک جامع منہج کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا۔ ان چند سطور میں جامع انداز میں تدوین حدیث کے ہر دور کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ تاکہ تدوین حدیث کے اس عمل کی تاریخی حیثیت واضح ہو سکے اور تدوین حدیث کا تعطل یا تسلسل بھی واضح ہو جائے۔ اور تدوین حدیث کے معترضین کے اعتراض کی اصل حقیقت بھی واضح ہو جائے۔ لہذا ان سطور بالا سے یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ عہدِ رسالتِ مآپ ﷺ سے لیکر مصنفین صحاح ستہ تک باقاعدہ اور بلا تعطل ایک منظم تسلسل کے ساتھ تدوین حدیث پر کام ہو تا رہا اور صحابہ کرام و تابعین اور پھر تبع تابعین و اتباع تبع تابعین نے سینوں سے نوشتوں میں احادیث منتقل کر کے حدیث کی حفاظت کی، تو یوں تدوینِ حدیث کی تاریخی حیثیت پر کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ لہذا انکار حدیث بسببِ تدوینِ حدیث کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی۔

حوالاجات

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام، شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ پبلشرز لاہور، ص48، کیمبل پور۔ 25 ستمبر 1949ء۔
[2] ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، اسلام اور مستشرقین، ص94۔
[3] ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، اسلام اور مستشرقین، ص۔103
[4] پرویز، شخصیت پرستی، ص:68۔
[5] قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، باب الحاء ص،317، مطبوعہ ادارہ اسلامیات پبلیشرز، لاہور، سنہ 2001ء۔
[6] الطور 34/5۔
[7] النساء4 /87۔
[8] قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، باب الحاء ص317، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، پبلشرز لاہور، سن اشاعت 2001ء۔
[9] ڈاکٹر محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، سنہ 1995، ص19۔
[10] النساء4 /59۔
[11] آل عمران 3 /31۔
[12] الاحزاب 33 /21۔
[13] النحل 16 /44۔
[14] البقرہ 2 /129۔
[15] سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، جلد اول ص73، فرید بک سٹال، لاہور، 2002۔
[16] الاعراف 7 /157۔
[17] بخاری، محمد بن اسماعیل متوفی 256ھ، صحیح بخاری، جلد ا، ص22، حدیث 2434 مطبوعہ نور محمد کراچی 1381ء۔
[18] امام ابو داود، سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ، سنن ابی داود ص 514–513 مطبوعہ ولی محمد کراچی، 1381ھ۔
[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفی 256ھ، صحیح بخاری، جلد 1 ص 24، مطبوعہ نور محمد کراچی، 1381ھ۔
[20] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی، متوفی 807ھ، مجمع الزوائد، ج 1، ص 152، دار الکتاب بیروت، سن 1402ھ۔

[21] جلال الدین السیوطی متوفی 911ھ، تدریب الراوی ص73، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ1392ھ۔